مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ؒ

موجودہ معاشی نظام اور اسلام
موازنہ

سرمایہ داری، سوشلزم اور اسلام کا اقتصادی نظام

اس موازنہ سے یہ بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلامی اقتصادی نظام اور فسطائی سرمایہ دارانہ نظام کے درمیان کوئی ایسی مشترک کڑی نہیں پائی جاتی جسکی بدولت ان دونوں میں کسی قسم کی بھی مفاہمت ممکن ہو سکے اس لئے یہ ایک مسلم امر ہے۔ کہ ایسے نظام کو اسلامی اقتصادی نظام کے ساتھ کسی طرح نہیں جوڑا جاسکتا جو چند سو یا چند ہزار یا چند لاکھ انسانوں کی خوشحالی، عیش پسندی، اور راحت کوشی کی قربان گاہ پر کروڑوں انسانوں کو بھینٹ چڑھا دے اور صرف یہی نہیں بلکہ عام کساد بازاری اور بیروزگاری کا باعث بن کر دنیا کے امن وامان کی تباہی و بربادی اور مظلوموں کو محکوم بنا کر ظالم کے ہاتھوں ہلاکت آفرینی کا موقع بہم پہنچائے۔

اس بحث کا مطمح نظر یہ ہے۔ کہ وہ دنیوی نظام ہائے اقتصادی جو اس دورِ جدید میں دنیا کی حکومتوں پر مسلط ہیں۔ اور پروپیگنڈے کے ذریعہ مسلط ہونا چاہتے ہیں۔ اسلامی اقتصادی نظام کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ اور کیا واقعی اقتصادی نظام کے مقصدِ عظمیٰ کا حل ان کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔ یا اسلام کا اقتصادی نظام ہی اس مرض کا واحد علاج ہے ــــ موجودہ دور میں دنیا کی حکومتوں پر مختلف شکلوں میں مکمل یا ناقص دو ہی نظام کا تسلط ہے۔ اور اس لئے وہی دونوں قابلِ بحث ہیں ایک فیسزم اور دوسرا سوشلزم۔

فیسزم یا فاشیت کا نظریہ یا فلسفہ اگرچہ اپنے اندر ایک طویل بحث رکھتا ہے۔ لیکن نتیجہ کے اعتبار سے وہ حسب ذیل چند اصولوں پر قائم ہے۔ اور اس کا تمام نظام ان ہی اصولوں کے ساتھ وابستہ ہے:۔

۱ــــ تمام ذرائع پیداوار افراد کے ہاتھوں میں اسطرح آزاد ہوں کہ ان کا مفاد مخصوص افراد کے حق میں ثابت ہو نہ کہ جماعت اور سماج کی اکثریت کے حق میں۔

۲۔ پیداوار نجی فائدے کے اصول پر ہو نہ کہ عوام کی ضروریات کے فائدے کے اصول پہ اور اس لئے ضروریات کے تخمینہ کی مطابقت کی بجائے ذاتی اغراض کے اندھا دھند طریقہ پر ہو۔

۳۔ ان ہر دو مقاصد کو کامیاب بنانے کے لئے ایسے طرزِ حکومت کی طرح ڈالی جائے جس میں قوانین کے ذریعہ سرمایہ داری کی حفاظت و ترقی کا سامان فراہم ہو سکے۔

اس اجمال کی تفصیل کے لئے اوّل فاشیت یا فسطائیت کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالنا ضروری ہے۔

کائناتِ انسانی میں عادلانہ نظام کے مقابلہ میں سرمایہ دارانہ نظام نے ہمیشہ کسی نہ کسی شکل میں اُبھرنے اور دنیا پر چھا جانے کی سعی کی ہے۔ اور اسکو اپنی سعی میں کامیابی بھی ہوتی رہی ہے۔

قریبی زمانہ میں ایسی سعی و کوشش کا ترقی یافتہ نظام فسطائیت کے نام سے موسوم ہے۔ جو یورپ کی حکومتوں میں جرمنی اور اٹلی پر خصوصیت کے ساتھ حاوی ہے۔ اور انگلستان و فرانس کو بڑی حد تک اس نے فتح کر لیا ہے۔ اور امریکہ اور جاپان بھی اس کے لئے گہوارہ بنے ہوئے ہیں۔

یورپ میں تقریباً پندرہویں صدی عیسوی سے دورِ جہالت ختم اور دورِ علم و ترقی شروع ہو گیا تھا۔ اور بعض یورپین حکومتیں دنیا کی جدید دریافت اور حصولِ زر و مال کے لئے ادھر اُدھر تگ و دو میں منہمک نظر آنے لگی تھیں۔ اس وقت انگلستان میں جاگیرداری اور شاہی استبدادیت کا دور دورہ تھا۔ مگر آہستہ آہستہ تجارتی اور کاروباری طبقہ مضبوط ہوتا جا رہا تھا۔ اور بعض سیاسی حالات نے ان کی قوت کو اور مضبوط بنا دیا تھا۔ اور وہ ملک کی بہت بڑی طاقت سمجھے جانے لگے تھے۔ ان کا بیشتر کاروبار تجارت (اُون کی تجارت) تھا۔ خاندان اسٹوارٹ جب انگلستان پر حکمران ہوا تو اس نے ان تاجروں کی بڑھتی ہوئی قوت سے خائف ہو کر تجارت پر قانونی پابندیاں عائد کرنی شروع کر دیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تجارت پیشہ طبقہ بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ اور ۱۶۴۲ء میں انگلستان کی مشہور خانہ جنگی میں انہوں نے فتح پائی اور جاگیرداری کا خاتمہ کر دیا اور شاہی نام کو برقرار رکھتے ہوئے شاہی اقتدار کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب ان کو اپنی تجارت کے فروغ دینے کا کافی موقع میسر آیا اور قوانین حکومت کے ذریعہ ان کو بیش از بیش مدد ملی۔

اگرچہ انگلستان کے اس دور میں جاگیرداری سسٹم ختم ہو چکا تھا۔ مگر تجارت کے اس دور میں تجارت کا مفہوم "عوام کی فلاح و بہبود نہ تھا بلکہ مخصوص افراد اور خاص طبقہ کی برتری تھا" اس لئے اس طبقہ نے ذاتی اور نجی کارخانے کھول کر دولت کمانی شروع کی اور قوانین کی مدد سے اس کی ترقی کے ممکن ذرائع بہم پہنچائے لیکن ابھی تک چونکہ کارخانوں میں صرف ہاتھ ہی سے کام ہوتا تھا۔ اس لئے آمدنی بھی

محدود ہوتی تھی۔ اور مال بھی حسب ضرورت تیار نہ ہو پاتا تھا۔ اور دولت و سرمایہ کے پجاری فراوانی دولت کے دوسرے بہترین ذرائع کے لئے بیقراری کے ساتھ متلاشی نظر آتے تھے۔

تقریباً ڈیڑھ سو برس کے بعد یعنی اٹھارویں صدی کے آخر میں مشینوں کی ایجاد شروع ہو گئی۔ اور اب دستی کارخانوں کی جگہ مشینری کارخانوں نے لے لی۔ اور اس طرح ان تاجروں اور سرمایہ داری کے مخصوص طبقہ نے دولت کے بے شمار خزانے حاصل کرنے شروع کر دئے۔

یہ ایک قدرتی بات تھی کہ جب مشینوں کے ذریعہ کام شروع ہو گیا تو دستکاروں پر آفت نازل ہو گئی۔ اور چھوٹے چھوٹے سرمایہ داروں کو اپنا کام بند کر دینا پڑا۔ اور افلاس کی مصیبت سے محفوظ رہنے کے لئے مشینری کارخانوں میں ایک "مزدور" کی حیثیت سے وہ اپنی "محنت" کو کم سے کم قیمت پر بیچنے کے لئے مجبور ہوئے اور کارخانہ دار ہونے کی بجائے مشین مالک کے غلام بن کر رہنے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا

اس واقعہ سے ہٹ کر پھر ایک مرتبہ چودھویں صدی عیسوی کی طرف نظر ڈالئے۔ انگلستان میں "اون" کی تجارت کے فروغ پا جانے سے زمینداروں کو فراوانی دولت کے لالچ نے مجبور کیا کہ وہ کاشتکاروں سے زمینیں خالی کرائیں اور ان میں "باڑے" قائم کر کے بھیڑوں کی پرورش کریں تاکہ "اون" کی تجارت سے فائدہ اٹھائیں جو زمینداری آمدنی کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی۔ یہ وبا اس قدر پھیلی کہ ہزاروں لاکھوں کسان افلاس اور بھوک کا شکار ہونے لگے اور بیکاری ترقی پانے لگی۔

اب جبکہ مشینوں کا دور شروع ہوا تو زمینداروں نے کاشت بھی مشینوں کے ذریعہ شروع کر دی اور کسانوں کی رہی سہی معاشی سبیل کو اسطرح ختم کر دیا گیا۔ اور اب ان کے لئے بھی بجز غلامانہ مزدوری کے اور کوئی چارہ کار نہ رہا اور پھر بھی ایک بہت بڑی تعداد کی قوت لایموت کے لئے سامان مہیا نہ ہو سکا۔ اور طرفہ یہ کہ مشینوں کے اس صنعتی انقلاب نے ان دونوں کاریگروں" اور کسانوں" کو دیہات و قصبات کی آزاد اور پرفضا زندگی کو خیرباد کہہ کر شہروں کے غلیظ اور گندے مقامات میں غلاموں کی طرح آباد ہونا پڑا۔

صنعتی تجارت کا یہ وہ ابتدائی دور تھا جس میں فیکٹریوں کے متعلق نہ قوانین تھے۔ اور نہ مزدوروں کی ترقی یافتہ یونین تھیں۔ لہٰذا سرمایہ داروں نے من مانی حکومت کی اور اپنی فراوانی دولت کے لئے مزدوروں پر بے پناہ مظالم روا رکھے ——— ان سے چودہ سے لے کر سولہ سترہ گھنٹہ تک عموماً کام لیا جاتا اور بعض اہم کاموں کے موقعہ پر مسلسل بیس سے تیس گھنٹہ تک بھی ان کو مصروف رہنا

پڑتا تھا۔ اور اس طرح ضعیف و ناتواں افراد بہت جلد موت کے منہ میں چلے جاتے تھے۔ طرفہ تماشا یہ کہ اس بہیمانہ محنت کرانے کے بعد ان کو کم سے کم اُجرت دی جاتی تھی اور رہنے کے لئے ایک چھوٹی کوٹھڑی یا ایسا کمرہ دیا جاتا تھا جس میں بہ مشکل لیٹنے کے لئے جگہ میسر آسکتی تھی۔ اور وہ غلاظت، عفونت اور کمروں میں ہوا کے نفوذ کے لئے جگہ نہ ہونے کی وجہ سے جہنم زار بنے ہوئے تھے۔

یہ سرمایہ داری کا وہ بھیانک نقشہ ہے جو سب سے پہلے انگلستان میں بروئے کار آیا! اور اس کے بعد یورپ کی تمام حکومتوں پر اصول بن کر چھا گیا —— چونکہ سرمایہ داری کے اس سسٹم میں مفادِ عامہ اور عوام کی فلاح و بہبود کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ بلکہ ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت سے ناجائز سے ناجائز فائدہ اٹھا کر تمام ذرائع پیدائش کو اپنے ذاتی مفاد کے لئے خاص کر دیا جاتا تھا۔ اس لئے فیکٹریوں اور مشینوں میں جو سامان تیار ہوتا تھا وہ کم سے کم اُجرت دے کر زائد سے زائد مال تیار کرانے اور ذاتی فائدہ حاصل کرنے کے اصول پر عالم وجود میں آتا تھا۔ اس لئے گوداموں میں مال کی فراوانی ہونے لگی اور نکاسی کی محدود راہوں کی وجہ سے مال ضائع ہونے لگا۔ نیز اس فراوانی سے مزدوروں اور غریبوں کو مطلق فائدہ نہ پہنچا اور وہ اپنی ضروریات کے لئے ان چیزوں کی خریداری سے اب بھی اسی طرح محروم رہے جس طرح مال کے بنانے کی ابتدائی دور میں تھے[1]۔

لہٰذا سرمایہ داری کے اس بھوت نے دوسرے ممالک پر لالچ اور حرص و آز کی نگاہ ڈالنی شروع کر دی اور ہل من مزید پکارتے ہوئے ان کو محکوم بنانے کے لئے قدم آگے بڑھایا اور اپنی جوع الارض (زمین کی بھوک) کو پورا کرنے کے لئے اپنے ملک کے آزاد کاروباری لوگوں کو غلام بنانے کے بعد کمزور ملکوں اور قوموں کو غلام بنانا شروع کر دیا۔ اور اٹھارویں اور انیسویں صدی میں افریقہ جیسے براعظم میں یورپین نوآبادیات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ہندوستان جیسا بڑا ملک بھی آخر اسی استعمار کی نذر ہو گیا اور اس طرح تھوڑے سے عرصہ میں ساری دنیا ایک طرح انگلستان کے سرمایہ داروں کی خصوصاً اور دوسری سرمایہ دار طاقتوں کی عموماً تجارتی منڈی بن گئی۔

ذرائع پیداوار کو مخصوص طبقے کی ذاتی ملکیت قرار دینے اور عوام کی بہبودی سے قطع نظر ان

---

[1] یہ بات کہ مشینوں کی بدولت کثرت سے مال تیار ہونے اور گوداموں کے پر ہو کر مال کے ضائع جانے تک کی حالت میں مزدور اور غریب کی قوت خرید اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی اور سابق بدحالی ہی میں گذارتی ہے تفصیل طلب اقتصادی مسئلہ ہے جو قوت خرید اور توازن تیاری مال کی بحثوں پر مبنی ہے۔ اس کے لئے اقتصادی معلومات کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

کی پیداوار کو بھی اور انفرادی مفاد کی بھینٹ چڑھا دینے کا یہ سسٹم اب بھی مطمئن نہیں ہے۔ اور اب خود آپس میں دست وگریبان نظر آتا ہے۔ ہر ایک ملک اپنی اس تجارتی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے جانا چاہتا ہے۔ اور اس دوڑ میں آزاد قوموں کو غلام بنانے، تباہ و برباد کرنے اور صفحۂ دنیا سے مٹا دینے کو بھی اپنا جائز حق تصور کرتا ہے۔

جرمنی، اٹلی، انگلستان، فرانس، جاپان، امریکہ وغیرہ فاشیت حکومتوں کی اس سابقت میں عراق، البانیہ، فلسطین، زیکوسلیوکیہ، چین اور خود فرانس کا جو حشر ہوا اور ہو رہا ہے وہ اس دعوے کی روشن دلیل ہے۔

اس تفصیل سے اب آپ بخوبی اندازہ کر سکیں گے۔ کہ سرمایہ داری نظام (فسطایت) کیا ہے۔ اور یہ کس طرح آہستہ آہستہ عوام کی تباہی و بربادی کا باعث بنتا اور امن عالم کو جنگ کی شعلہ زار ہولناکیوں میں ڈال کر خاکستر بنا دیتا ہے۔ یہ شروع میں تو اپنی شکل و صورت کو جمہوریت کی نام نہاد شکل و صورت میں چھپا کر دنیا کے سامنے آتا فریب دے کر عوام کو تباہ کرتا ہے۔ جیسا کہ انگلستان اور امریکہ میں نظر آتا ہے۔ اور جب اس کا مفاد اس شکل و صورت میں خطرہ میں پڑنے لگتا ہے۔ تو صاف کھل کر خالص (آمریت) (ڈکٹیٹرشپ) کے اصل رنگ و روپ میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ جرمنی، اٹلی اور جاپان میں ہو رہا ہے۔

اس لئے ایک لمحہ کے لئے بھی دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ کہ یہ جمہوری حکومتیں فیسزم (فسطایت) سے الگ کوئی چیز ہیں۔ بلکہ ڈکٹیٹری ہو یا موجودہ جمہوری نظام، ان سب میں وہی سرمایہ دارانہ نظام کارفرما ہے۔ اور ان سب کے پیش نظر یہی ایک مقصد ہے۔

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام — جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب — تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلس آئین و اصلاح و رعایات و حقوق — طبِ مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری
گرمیٔ گفتارِ اعضائے مجالس الاماں — یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری
اس سرابِ رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو — آہ اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو (اقبالؒ)

غرض تاریخ یہ پتہ دیتی ہے۔ کہ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کی ابتدا انگلستان سے ہوئی اور آہستہ آہستہ یہ تمام یورپ پر چھا گیا اور آج جرمنی و اٹلی اس کے بہت بڑے امام تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اور مملکت انگلستان و امریکہ بھی اصولاً اس کی تائید ہی میں ہے۔ اور اگرچہ یہ اس وقت حریف یا باہمی سابقت میں رقیب نظر آتے ہیں۔ لیکن اصول میں متحد ہیں۔ اور اسطرح جرمنی کا نازی ازم جمہوریت امریکہ برٹش

ڈیماکریسی وشاہی نظام، اٹلی کی فسطائیت اور جاپان کا شاہنشاہیت پسند نظام یہ سب ایک ہی قسم کی سرمایہ داری کے مختلف نام یا ایک ہی صورت کے مختلف رنگ و روغن ہیں۔

اس تفصیل کے بعد آسانی سے اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ اسلام کے اقتصادی نظام کے مقابلہ میں فسطائیت کو پیش کرنا دراصل "اقتصادی نظام" کی توہین کرنا ہے۔

اسلام میں اگرچہ پیداوار اور ذرائع پیداوار میں انفرادی ملکیت ایک حد تک جائز رکھی گئی ہے۔ لیکن اس کا جواز اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ انفرادی ملکیت جماعتی مفاد سے کسی حال میں متصادم نہ ہونے پائے بلکہ اجتماعی مفاد کے لئے ممد و معاون اور باعث تقویت ثابت ہو اور جس جگہ اس تصادم کا غالب گمان ہو، وہاں اس کے مقابلہ میں جماعتی مفاد کو ترجیح دی جائے۔ اس لئے محض اس جواز مشابہت سے اسلامی نظام کو فاشیت کے ہمنوا قرار دینا یا اس سے قریب تر ثابت کرنا اسلام پر بہت بڑا ظلم اور حد درجہ ناانصافی ہے۔ ذیل کے نقشہ سے اس کی بخوبی تصدیق ہوسکتی ہے۔

اسلام کا اقتصادی نظام	فسطائی اقتصادی نظام
۱۔ دولت و ذرائع دولت کا مخصوص طبقہ میں محدود ہو کر عام کی معاشی ہلاکت کا باعث بننا حرام ہے۔	۱۔ دولت و ذرائع دولت کو مخصوص طبقہ کی انفرادی و اجتماعی اغراض کیلئے بنانا نہیں ضروری ہے۔
۲۔ انفرادی ملکیت پر شرائط کی حدود عائد ہیں	۲۔ انفرادی ملکیت لامحدود ہے۔
۳۔ منفردی ملکیت، اجتماعی حقوق کے زیر اثر ہے	۳۔ انفرادی ملکیت اجتماعی حقوق اور مفاد عامہ سے مستغنی و بالاتر ہے۔
۴۔ اقتصادی نظام کی بنیاد عوام کے مفاد اور حاجات کے انسداد پر قائم ہے۔	۴۔ اقتصادی نظام کی بنیاد مخصوص افراد اور خاص طبقہ کے مفاد پر قائم ہے۔
۵۔ عام معاشی خوشحالی ضروری ہے۔	۵۔ عوام کی معاشی تباہی و کساد بازاری اس کا لازمی نتیجہ ہے۔
۶۔ معاشی دستبرد کے ذریعہ حاکمیت و محکومیت اقوام لعنت ہے۔	۶۔ معاشی دستبرد کے ذریعہ غلامی اور اقوام کی محکومی لازم و ضروری ہے۔
۷۔ اکتناز (جمع خزانہ) و احتکار (اجتماعی حقوق سے باز رہنا) کی مطلق گنجائش نہیں۔	۷۔ اکتناز و احتکار ضروری اور موجب سعادت امور اقتصادی ہیں۔
۸۔ نسلی، خاندانی، طبقاتی اور جغرافیائی امتیازات اس سلسلہ میں قابل تسلیم نہیں۔	۸۔ نسلی، جغرافیائی اور طبقاتی امتیازات ضروری ہیں۔

□□